محمد زبیر کلیم

خدا کے لیے یا طاغوت کے لیے

کسی بھی قوم کا زوال اس وقت اس کے مقدر کا حصہ بن جاتا ہے جب وہ اپنے عظیم رہنما و لیڈر کی تعلیمات و نصائح کو پس پشت ڈال دیتے ہیں بالآخر اس کا نام و نشان صفحہ ہستی سے محو ہو کر رہ جاتا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے وہ نشان عبرت بن کر رہ جاتی ہیں۔ کچھ ایسا ہی حضرت نوح، لوط، صالح علیہم السلام اور دیگر انبیائے کرام کی اقوام کے ساتھ ہوا جب وہ انبیاء کرام کی باتوں اور احکامات کو فراموش کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی پیروی میں مشغول اور مگن ہو گئیں تو ذلت و رسوائی اور پستی کو اپنا مقدر بناتے ہوئے اس دنیائے فانی سے چل بسیں۔

اگر آج بھی کوئی قوم گزشتہ اقوام جیسا رویہ اور وطیرہ اختیار کرے تو یقیناً ندامت اور پشیمانی ہی اس کا مقدر بنے گی اور حوادثاتِ زمانہ کے ساتھ ہی اس کا وجود بھی ختم ہوتا چلا جائے گا۔

ہماری بقا کے متعلق سید الانبیاء کا فرمان موجود ہے ''جس نے میری سنت سے منہ پھیرا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔'' (صحیح بخاری: ۵/۱۹۴۹)

اور یہ ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی ہر اس خواہش اور عادت کو خیر باد کہہ دے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اور ہر اُس بات پر ثابت قدمی اختیار کرلے جس کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صادر فرمایا۔ اس بارے میں اللہ رب العزت نے مزید ترغیب و تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة﴾ (الاحزاب:۲۱)

''تمہارے لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

موجودہ مسلم معاشرے میں ایسے اشخاص کثرت سے موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے اعراض تو کرتے ہیں لیکن وہ دوسروں کو بھی یہ ترغیب دلاتے ہیں کہ ہر معاملے میں دین کو داخل کرنے کے بجائے اپنے دوست واحباب اور خواہشات کی پیروی کی جائے۔ اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یا تو ضعیف احادیث کو بیساکھی بنایا جاتا ہے یا پھر صحیح احادیث کی تشریح اسلاف کے منہج سے روگردانی کرتے ہوئے کسی حرام چیز کو حلال اور کسی حلال چیز کو حرام کر دیا جاتا ہے تاکہ اُمت محمدیہ سے شرم وحیا کو ختم کر دیا جائے جو کہ ایمان کے ختم ہونے کا سبب بنتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((الحیاء من الایمان))

''یعنی حیا ہے تو ایمان بھی قائم ہے'' (صحیح بخاری: ۱/۱۷، رقم: ۲۴)

کچھ ایسا ہی روشن خیال اور نام نہاد متجدد دین مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اشخاص نے کیا۔ ہوا یوں کہ ۲۰۰۷ء میں ایک ویڈیو فلم ریلیز کی گئی جس کا نام ''خدا کے لیے'' رکھا گیا اور اس ویڈیو فلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا مذاق اڑایا گیا اور آپ کے حرام کردہ احکام کو حلال کر دیا گیا تاکہ کمزور اور ڈولتا ہوا ایمان بھی لوگوں کے دلوں سے ختم کر دیا جائے اور دوسری اقوام کی طرح اُمت محمدیہ بھی اپنے رہنما کی تعلیمات کو بھول جائے اور اس کا نام صفحۂ ہستی سے ختم ہو کر رہ جائے۔

اس ویڈیو فلم کا اقتباس بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ چند مسائل کو زیر بحث لایا جائے تاکہ ایک عام شخص بھی یہ فیصلہ کرنے پر قادر ہو جائے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اس اقتباس میں تین سوالا ہیں:

۱)..... اسلام اور موسیقی

۲)..... اسلامی لباس

۳)..... داڑھی کی شرعی حیثیت

سوال نمبر 01 ..... اسلام اور موسیقی

ہر قسم کی موسیقی جو کہ خواہشات اور شہوات کو ابھارنے کے لیے سنی یا سنائی جاتی ہے ایک فضول اور لہو فعل ہے۔ جس سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾

''اورلوگوں میں سے لہوالحدیث (گانے بجانے کے آلات) خرید تا ہے تا کہ علم کے بغیر لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔'' (آیت:۶)

ویسے تو لغوی طور پر لہوالحدیث سے مراد کھیل کود اور ایسی گیم ہے جو کسی اہم معاملے سے غافل کرنے کا سبب بنے۔ (لسان العرب:ص:۱۲۶،ج:۲۰،تاج العروس:۸۵۹۲)

مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے اس لہوالحدیث سے غنا اور آلات موسیقی ہی مراد لیے ہیں۔

صحابہ کا اس آیت سے استدلال﴾......

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"هذا اللغناء والذى لا اله الا هو يرددها ثلاث مرات"

''اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی الٰہ برحق نہیں اس سے (لہوالحدیث) مراد غنا ہے اور یہ بات انہوں نے تین مرتبہ دہرائی۔'' (ابن ابی شیبہ ۶/۳۱۵،الحاکم ۲/۴۱۱)

☆ علامہ قرطبی اس قول کے متعلق فرماتے ہیں:

"هذا أعلى ما قيل فى هذه الآية وحلف على ذلک ابن مسعود بالله الذى لا اله ألاهو ثلاث مرات انه الغناء"

''یہ سب سے بہترین قول ہے جو اس آیت کے بارے میں کہا گیا ہے۔اس پر تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار اللہ کی قسم اٹھا کر کہا کہ اس سے مراد غنا ہی ہے۔''

☆ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"نزلت فى الغناء واشبابه"

''یہ آیت غنا اور اس جیسی چیزوں کے متعلق نازل ہوئی۔'' (المصنف، ج:۶،ص:۳۱۰،الأدب المفرد ۱۲۲۵۔ بیہقی ج:۱۰، ص:۲۲۱،۲۲۴)

تابعین کا اس آیت سے استدلال ……

تابعین کرام میں حضرت عکرمہ امام مجاہد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے کہ اس سے مراد غنا اور مزامیر ہی ہیں اور حافظ ابن کثیر اپنی کتاب تفسیر ابن کثیر (۵۸۲/۲) میں لکھتے ہیں کہ عکرمہ سعید بن جبیر مجاہد مکحول عمرو بن شعیب اور علی بن بذیمہ رحمۃ اللہ علیہم یہ تمام تابعین کرام مذکورہ آیت مبارکہ سے غنا ہی مراد لیتے تھے۔

مفسرین کا اس آیت سے استدلال ……

☆ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أکثر ما جاء فی التفسیر ان لهو الحدیث هنا هو الغناء لانه یلهی عن ذکر الله"

''لہوالحدیث کی تفسیر میں اکثر کا قول یہی ہے کہ وہ غنا ہے کیونکہ وہ اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔''

(اغاثہ:ا/۲۵۷)

☆ جناب سید معین الدین الحسینی بھی لہوالحدیث کا مفہوم و معانی غنا اور موسیقی ہی لیا کرتے تھے۔ (البیان ج:۴،ص:۱۵۱)

جواز موسیقی کے دلائل اور اس کا رد ……

موسیقی کے جواز میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے تو آیئے تجزیہ کرتے ہیں کہ موسیقی کے حق میں حضرت ابوموسیٰ عنہ یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے استدلال کرنا کیسا ہے؟

حضرت ابوموسیٰ اُشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ……

حضرت ابوموسیٰ الاشعری کی تلاوت سن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((لقد اوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد))

''اے ابوموسیٰ تجھے تو آل داؤد کے سازوں میں سے ایک ساز دیا گیا ہے۔'' یہی وہ روایت ہے جس کے ظاہری معنی کو بیان کرتے ہوئے موسیقی کے جواز کا پہلو نکالا جاتا ہے۔ اسی لیے مذکورہ روایت میں مزمار کا معنی ساز کیا گیا ہے۔

عربی لغت کے وسیع ہونے کی وجہ سے ایک لفظ کے کئی معانی ہوتے ہیں۔ جبکہ مزمار کے معنی ساز ہی ہوتے ہیں۔ لیکن اس روایت میں لفظ مزمار کا کیا معنی ہوگا؟ آیئے سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری (۹/۹۳) میں رقمطراز ہیں:

"والمراد بالمزمار الصوت الحسن واصله الالة اطلق اسمه على الصوت للمشابهة"

''مزمار سے مراد حسن صوت ہے' مزمار ایک آلہ ہے' مزمار اور آواز کی مشابہت صرف خوبصورتی میں ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی بلکہ کچھ حصہ ہی اس چیز کے مشابہ ہوتا ہے اور یہی معنی علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عمدۃ القاری (ج:۲۰،ص:۵۶) میں بیان کیا ہے۔

مذکورہ روایت کا مطلب یہ نہیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزمار بجاتے اور قرآن پڑھتے تھے یا حضرت داؤد علیہ السلام کی حمد وثنا کے گیت' آلات موسیقی کے ساتھ گاتے تھے' بلکہ ایسا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت سن کر کہا کہ اس شخص کو تو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا ایک حصہ ملا ہے۔

اگر مزمار کے معنی یہاں ساز کریں یا تسبیح وتحمید آلات موسیقی کے ساتھ پڑھیں تو اس کے یہ معنی بھی ہوئے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور تسبیح وتحمید کے وقت آلات موسیقی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ العیاذ باللہ۔

چنانچہ علامہ قاری ملاں علی لکھتے ہیں:

"وفي الخلاصة من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر' قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى ﷺ وكذا التصفيق على الذكر"

''الخلاصہ میں ہے کہ دف اور لکڑی بجا کر قرآن پڑھتا ہے وہ کافر ہے' میں (ملاں علی قاری) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھتے ہوئے دَف اور لکڑی بجانا بھی اس کے قریب ہے۔ اسی طرح ذکر اللہ پر تالی بجانے کا بھی یہی حکم ہے۔'' (شرح فقہ الاکبر:۱۲۷)

لفظ مزمار سے ساز کے بجائے خوش الحانی مراد لینا' اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو دوسرے الفاظ سے مروی ہے۔

((لقد اوتی ابو موسی من اصوات آل داؤد))

''ابوموسیٰ کو آل داؤد کی خوش الحانی کا کچھ حصہ ملا ہے۔'' (صحیح الجامع:۵۱۳۳، مسند ابی یعلیٰ:۳/۲۷۵، رقم ۱۷۳۳)

چنانچہ ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مشرق سے دو آدمی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے' انہوں نے وعظ کیا تو صحابہ کرام نے ان کے وعظ پر تعجب کا اظہار کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((من البیان لسحرا))

''کہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔'' (بخاری:۵۷۶۷)

اب یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن صوت کو جادو سے تعبیر کیا ہے تو کیا یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جادو بھی حلال ہے۔ حالانکہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ ان مذکورہ دونوں جگہوں پر صرف خوش الحانی کی تحسین وتعریف کی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت......

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انصار میں اپنی ایک عزیزہ کا نکاح کیا۔ اس موقع پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا ہے؟ جواب اثبات میں ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ دریافت کیا کہ اُن کے ساتھ کوئی گانے والا بھی بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جی نہیں۔

آپ نے فرمایا انصار گانا پسند کرتے ہیں اور یہ بہتر ہوتا کہ تم اس کے ساتھ گانے والیوں کو بھیجتے جو یہ گیت گائیں:

''اتینا کم اتینا کم فحیانا و حیاکم''

ہم تمہارے پاس آئے تم ہمارے پاس آئے' ہم بھی سلامت رہیں تم بھی سلامت رہو۔'' (سنن ابن ماجہ:۱۹۰۰۔ سنن النسائی الکبریٰ:۵۵۶۶)

اس روایت سے موسیقی کے حق میں یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی کے موقع پر گانے والیوں کو دلہن کے ساتھ بھیجنے کی ترغیب دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناخوشگواری کا اظہار بھی

کیا جب آپ کو معلوم ہوا کہ گانے والیاں ساتھ نہیں گئیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گانے کو پسند کیا اور اسے حرام قرار نہ دیا۔ نعوذ باللہ۔

مذکورہ روایت کو حسن قرار دیا گیا ہے اور اس سے جواز کا پہلو نکال کر بھلے انسان کو گمراہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ اسی روایت کے متعلق شیخ محمد فواد عبدالباقی ابن ماجہ (رقم ۱۹۰۰) میں رقمطراز ہیں۔

"فی الزوائد اسنادہ مختلف فیہ من اجل الأجلع وابی الزبیر یقولون انہ لم یسمع من ابن عباس واثبت ابو حاتم انہ رأی ابن عباس"

زوائد میں ہے کہ اس کی سند اَجلح اور ابوزبیر رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے مختلف فیہ ہے اور مزید اس روایت کو شیخ البانی "ضعیف الجامع" میں لائے ہیں۔ (دیکھیے رقم: ۱۴۲۰) ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس کے بارے میں معروف ہے کہ وہ مدلس تھے اور یہ روایت بہر نوع معنعن ہے۔ اس لیے سند کے اعتبار سے اسے حسن قرار دینا تو صحیح نہیں ہے۔ البتہ دیگر شواہد کی بنا پر یہ روایت حسن، صحیح ہے۔

اس لیے شادی کے موقع پر عورتوں کی مجلس میں لونڈیوں یا بچیوں کا گانا درست ہے بشرطیکہ وہ گیت جائز ہوں۔ جیسے کہ مذکورہ روایات میں الفاظ موجود ہیں اور اس روایت سے ایسے گیت مراد لینا جن میں حسن و جمال کی داستانیں اور فسق و فجور اور عشق بازی کے تذکرے ہوں اور اسی روایت سے محفل موسیقی کے لیے جواز ثابت کرنا انتہائی احمقانہ فعل ہے جو کسی عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا۔

یاد رہے کہ (شادی کے موقع پر) جو روایت مذکور ہے اُس میں گانے والیاں بچیاں ہی مراد ہیں نہ کہ مرد۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((فھل بعثتم معھا جاریۃ تضرب بالدف وتغنی))

"کہ کیا تم نے اس کے ساتھ کسی بچی کو بھیجا ہے جو دَف بجائے اور گانا گائے" (مجمع الزوائد: ۴/۲۸۹، آداب الزفاف: ۱/۱۰۹، فتح الباری: ۹/۴۳۶، تحفۃ الأحوذی: ۴/۱۷۷)

چنانچہ امام الکلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وضرب الدف لا یحل الا للنساء لانہ فی الاصل من أعمالھن وقد لعن رسول

اللہ ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء"

''دَف بجانا صرف عورتوں کے لیے حلال ہے کیونکہ یہ دراصل انہی کا عمل ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔'' (شعب الایمان:۴/۲۸۳، تحریم آلات الطرب:۱/۱۰)

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وأما الضرب به للرجال فمكروه على كل حال لانه انما كان يضرب به النساء والمخنثون المتشبهون بهن"

''مردوں کا دَف بجانا بہرحال مکروہ ہے کیونکہ دَف عورتیں اور وہ مخنث بجاتے ہیں جو کہ عورتوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔'' (المغنی:۱۲/۴۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

"اما الرجال على عهده فلم يكن احد منهم يضرب بالدف ولا يصفق به"

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کوئی مرد دَف نہ بجاتا تھا اور نہ ہی کوئی تالی بجاتا تھا۔'' (مجموعہ الفتاوی الکبری:۲/۳۵۱)

تو یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ اس حدیث سے ایسے موسیقی فیسٹیول ثابت کیے جائیں جن میں رنگ و روپ، گانے اور مخلوط طریقے جن سے بھڑکتے ہوئے جذبات وخواہشات انسانیت کا سرعام منہ چڑا رہے ہوں اور جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اسلام سے کوسوں دور کسی شیطان کی دی گئی صدا پر لبیک کہنے والے اس حدیث سے غلط استدلال کرتے ہوئے دین اسلام پر دھبہ ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔

اس بارے میں شرح و بسیط کے لیے دیکھیے: اسلام اور موسیقی شبہات ومغالطات کا ازالہ، از فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ۔

سوال نمبر 02 ..... اسلامی لباس

لباس اللہ رب العزت کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے جو ہمیں سردی و گرمی سے بچاتا ہے اور ہم اس سے

اپنا سَتر ڈھانپنے کا کام لیتے ہیں۔لباس پہننے کا حکم اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں دیا ہے:

﴿یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوء اتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیرا﴾

''اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری سَتر پوشی کرتا ہے اور زینت کا سامان اتارا اور پرہیز گاری کا لباس زیادہ بہتر ہے۔'' (الاعراف:۲۶)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((البسا من ثیابکم البیاض، فانها من خیر ثیابکم))

''تم سفید کپڑے پہنا کرو اس لیے کہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین کپڑے ہیں۔'' (ابوداؤد:۴۰۶۱،سنن ترمذی:۹۹۴،ابن حبان:۱۴۳۹)

ایک اور روایت میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"کان أحب الثیاب الی رسول الله القمیص"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسند قمیض تھی۔'' (ابوداؤد:۴۰۲۵،ترمذی:۱۷۶۲)

ان مذکورہ دلائل سے اخذ ہونے والا یہ نتیجہ ہے:

☆...... لباس پہننا ضروری ہے۔

☆...... ایسا لباس ہو جس سے سَتر پوشی ہوتی ہو اور پرہیز گاری والا لباس بھی یہی ہے۔

☆...... پسندیدہ لباس سفید رنگ کا ہے اور قمیض بھی پسندیدہ لباس ہے۔

لہٰذا ایسا لباس زیب تن کرنا ممنوع ہے جو سَتر کی حفاظت کرنے سے قاصر ہو اور کفار کے لباس سے مشابہت بھی رکھتا ہو۔ پینٹ پہننے کی گنجائش صرف وہاں تک ہے جہاں تک اُس سے سَتر پوشی رہے۔لیکن بہتر یہی ہوگا کہ وہی لباس زیب تن کیا جائے جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا۔

شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا کیا حکم ہے؟......

اب آیئے اس مسئلہ کی طرف کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار وغیرہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے بہت ساری ایسی احادیث وارد ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا ينظر الله يوم القيامة الى من جرّ ازاره بطراً))

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس شخص کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا جو اپنا تہہ بند تکبر کے طور پر لٹکاتا اور گھسیٹ کر چلتا ہے۔'' (مسلم:۲۰۸۷)

ایک اور روایت میں کپڑے کو اوپر رکھنے کی حد مقرر فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک لمبی حدیث میں ہے' حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((وارفع ازارک الى نصف الساق فان أبيت فالى الكعبين واياک واسبال الا زار فانها من المخيلة وان الله لا يحب المخيلة))

''اور اپنا تہبند (شلوار، پاجامہ) آدھی پنڈلی تک رکھنا' اگر یہ تیرے لیے ممکن نہ ہو تو ٹخنوں تک ضرور اونچا رکھنا اور ٹخنوں سے نیچے (کپڑا) لٹکانے سے بچنا' کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے۔'' (سنن ابی داؤد:۴۰۵۴۔ ترمذی:۲۷۲۱۔ فتح الباری:۱۱/۵)

تعجب ہے اُس شخص پر جس نے یہ احادیث سننے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا اور بڑا نادان ہے وہ شخص جس نے ان احادیث میں بیان ہونے والے احکام کو مباح سمجھتے ہوئے اسے پسِ پشت ڈال دیا اور محض اس عمل کو نماز تک ہی محدود رکھا۔

سوال نمبر 03 ...... داڑھی کی شرعی حیثیت

اصل خوبصورتی' عزت وفضیلت ایسے روپ میں ہے جس روپ کو اپنانے کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ کسی مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی بھی نافرمانی پر تُلا رہے اور اس نافرمانی کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ یہاں، ماحول یا بے دین لوگوں کو خوش کیا جائے۔ لیکن اُن کو اس کا خیال تک نہیں گزرتا کہ یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی تعلیمات کے برعکس ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية))

”دس چیزیں فطرت میں سے ہیں (جن کا خیال رکھنا ضروری ہے) مونچھیں تراشنا اور داڑھی کو بڑھانا“

(بخاری:۱۰/۳۴۲۔ مسلم:۱/۱۲۸)

مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سن کر بھی اُس کی مخالفت کرے بلکہ تعجب ہوتا ہے اُن اشخاص پر جو خود تو سنت کی خلاف ورزی کرتے ہی ہیں، لیکن دوسروں کو ترغیباً اس کو نہ رکھنے کا حکم بھی دیتے ہیں اور یہ اُن کی حد درجہ ضلالت وحماقت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((خالفوا المشركين لوفرو اللحى واحفو الشوارب))

”مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔“ (بخاری:۱۰/۳۴۸)

چنانچہ ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہود ونصاریٰ داڑھیوں کو کاٹتے اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((قصوا سبالكم ووفروا عنانيكم وخالفوا اهل الكتاب))

”تم مونچھیں کاٹو اور داڑھی کو بڑھا کر یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو۔“ (مسند احمد ۲۲۶۳۹۔ المعجم الکبیر:۷۹۲۴)

ویسے تو کسی بھی مسئلہ میں ایک ہی فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہوتا ہے، لیکن اس مسئلہ میں تین احادیث دلائل کے طور پر ذکر کر دی گئی ہیں جن سے ایک معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی باآسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے۔

☆...... داڑھی فطرت میں سے ہے۔

☆...... داڑھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وعمل سے بھی ثابت ہے اور اس کو کٹوانے پر وعید بھی فرمائی ہے۔

(باقی آئندہ)